شب قدر اور نزول قرآن

ڈاکٹر محمد نذیر اطلسی*

خلاصہ :

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اس لاریب کتاب کو اپنے حبیب اور خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ البتہ یہ سوال محققین علوم قرآن کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوئے ہے کہ یہ کتاب کریم، پیغمبر اکرم ﷺ پر کب، کہاں اور کیسے نازل ہوئی، ماہرین علوم قرآن نے مختلف آراء پیش کئے ہیں۔ اس مقالہ میں مذکورہ سوالات کے جوابات کو آیات و روایات کی روشنی میں ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مفسرین، محققین اور علماء علوم قرآن کا اپنی اپنی کتابوں میں اپنے خاص انداز اور مختلف فکری جہتوں کے ساتھ اس موضوع کو تفصیل سے بیان کرنا اس بحث کی اہمیت کا غماز ہے۔

اس مختصر مساعی میں جس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے وہ یہ کہ قرآن مجید کو ماہ مبارک رمضان کی ایک نہایت ہی باعظمت رات یعنی شب قدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی پر آخری کتاب کے طور پر نازل فرمایا ہے جس کی طرف قرآن مجید کی کئی آیات اشارہ کر رہی ہیں۔ ان آیات میں نزول قرآن کے متعلق جو کلمات استعمال ہوئے ہیں ان میں سے بعض آیات میں اصل مادہ (انزال) استعمال ہوا ہے جو قرآن کے ایک ہی بار نزول پر دلالت کرتی ہیں، جبکہ بعض دوسری آیات میں اصل مادہ (تنزیل) استعمال ہوا ہے جو اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ قرآن کریم پیغمبر اسلام ﷺ پر تھوڑا تھوڑا اور بتدریج ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا ہے۔ قرآن مجید کی ان دو قسم کے استعمالات سے استمداد لیتے ہوئے اس کے لئے دو نوع نزول (دفعی و تدریجی) استفادہ کیا گیا ہے اور یوں اس اہم سوال سے (کہ نزول قرآن کے متعلق آیات میں تضاد نظر آرہا ہے اور یہ تضاد دو کلمہ (انزال) اور (تنزیل) کی معنی کے بناء پر ہے۔) جواب دیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح کا کوئی تضاد پایا نہیں جاتا۔

بنیادی کلمات: قرآن، وحی، نزول دفعی، نزول تدریجی، رمضان، شب قدر

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ تحقیق، المصطفیٰ یونیورسٹی اسلام آباد (پاکستان چیپٹر)

تمہید

اللہ تعالی نے بنی نوع آدم کی ہدایت اور اسے کمال تک پہچانے کے لئے طول تاریخ میں صحف اور کتابوں کی شکل میں اپنے نبیوں پر اپنا پیغام نازل فرمایا۔ گذشتہ تمام کتابیں اپنے دور کی خاص اقتضائات کے مطابق اور اس زمانے کی فکری سطح کے ساتھ ہم آہنگ تھیں، اس بنا پر ان کتابوں میں آمدہ تعلیمات تمام زمانوں کی اقتضائات کو پورا کرنے کے لئے کافی نہ تھیں۔ جب بشر فکری بلندی سے ہمکنار ہوا تو اس کی مستقل ہدایت کے لئے ایک جاوید کتاب کا نزول ناگزیر تھا۔ اس ضرورت کے پیش نظر حکیم خدانے اپنے آخری نبی پر اپنی آخری کتاب معجزہ جاوید کے طور پر نازل فرمائی تاکہ رہتی دنیا تک بشریت کی ہدایت کا سامان فراہم ہوسکے۔ یہ کتاب الہی کب، کہاں اور کیسے پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل ہوئی، ماہرین علوم قرآن نے مختلف آراء پیش کئے ہیں۔ اس مقالہ میں مذکورہ سوالات کی جوابات کو آیات و روایات کی روشنی میں ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلامی مناسبتوں میں سے ایک اہم مناسبت شب قدر ہے۔ یوں تو شب قدر مختلف پہلوؤں سے قابل اہمیت ہے لیکن ان میں سے اہم ترین خصوصیت اس کا نزول قرآن کے لئے ظرف وزمان قرار پانا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف احادیث سے یہ بات مسلم ہے کہ شب قدر میں کائنات اور انسان سے متعلق ساری تقدیرات لکھ دی جاتی ہیں۔ یعنی یہ کہ آنے والے سال میں کون کونسے واقعات رونما ہونگے؟ کس کس کو کتنا علمی، روحانی اور مادی رزق ملے گا؟ اور کس کس کی موت واقع ہوگی وغیرہ۔ شب قدر کو قدر کہنے کی وجہ بھی دراصل یہی ہے۔ کیونکہ تقدیر، قدر سے مشتق ہے اور قدر کے معنی اندازہ گیری اور معین کرنے کے ہیں۔[1] یعنی اس رات آنے والے سال سے متعلق تمام واقعات معین کردئے جاتے ہیں اور ان کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فیها يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ؛ اس رات میں ہر حکیمانہ امر کی تفصیل وضع کی جاتی ہے۔[2] مفسرین کے مطابق اس آیت میں (يُفْرَقُ) فعل مستقبل اور مضارع کی صورت میں استعمال ہونا استمرار پر دلالت کرتا ہے، لہذا اس کے معنی یہ ہیں کہ امور اور واقعات کی تفریق و تقدیر ہر سال کی شب قدر میں انجام پاتی ہے۔ امام رضا علیہ السلام کی یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے۔

۱۔ الفردات فی غریب القرآن، راغب اصفهانی، ص ۵۱۳

۲۔ دخان، ۴

يقدر فيها ما يكون فى السن من خير او شر او مضر او رزق او اجل و لذلک سمیت لیل القدر ؛اس رات، آئندہ سال میں ہونے والے واقعات کی اندازہ گیری اور تعیین کی جاتی ہے، چاہے وہ خیر ہوں یا شر، نقصان دہ ہوں یا فائدہ مند، رزق ہو یا موت اسی وجہ سے اس رات کو شب قدر نام دیا گیا ہے۔[1]

نزول قرآن اور اس کی اقسام

قرآن مجید واضح طور پر اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ وہ ماہ مبارک رمضان کی ایک مبارک رات جو کہ شب قدر ہے نازل ہوا ہے۔ مذکورہ حقیقت کو قرآن نے مندرجہ ذیل آیتوں میں بیان فرمایا ہے:

۱۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ماہ رمضان کہ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا۔[2]

۲۔: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ در حقیقت ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں نازل کیا۔[3]

۳۔ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ در حقیقت ہم نے اسے (قرآن کو) مبارک رات میں نازل کیا۔[4]

سورہ دخان کی آیت صرف اتنا بتلاتی ہے کہ قرآن مجید پیغمبر اکرم ﷺ پر ایک مبارک رات میں نازل ہوا ہے۔ سورہ قدر نے اس رات کو معین کر دیا کہ یہ رات لیلۃالقدر ہے، جب ان آیات کے ساتھ سورہ بقرہ کی آیت کو جوڑتے ہیں تو روشن ہوتا ہے کہ اس قدر والی رات کا تعلق ماہ مبارک رمضان سے ہے۔

آیات مذکورہ بالا میں نزول قرآن کے متعلق جو کلمات مستعمل ہوئے ہیں ان کا اصل مادہ (انزال) ہے جو دفعی طور پر یکجا اور مکمل طور پر نازل کرنے کے معنی میں ہے۔(المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، مادہ نزل کے ذیل میں) مذکورہ آیات کی روشنی میں مطلب یہ ہوا کہ پورے کا پورا قرآن ایک ہی دفعہ ماہ مبارک رمضان میں نازل ہوا ہے جبکہ بعض دوسری آیات مانند:

١- إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْءَانَ تَنزِيلًا ؛ یقیناً ہم نے ہی آپ پر قرآن بتدریج نازل کیا ہے[5]

۲۔ذَالِکَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقّ ؛ یہ عذاب صرف اس لئے ہے کہ اللہ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے.[1]

۱۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۷، ص ۹۵۲

۲۔ بقرہ، ۱۸۵

۳۔ قدر، ۱

٤۔ دخان، ۳

۵ . الانسان، ۲۳

۳۔تَبارَکَ الَّذِی نَزَّلَ الْفُرْقانَ عَلیٰ عَبْدِهِ لِیَکُونَ لِلْعَلَمِینَ نَذِیراً؛ بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہاں والوں کے لیے انتباہ کرنے والا ہو۔[۲]

۴. وَ هُوَ الَّذِی أَنزَلَ إِلَیْکُمُ الْکِتَابَ مُفَصَّلًا وَ الَّذِینَ ءَاتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ یَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَلٌ مِّن رَّبِّکَ بِالحَقِّ ؛ حالانکہ اس نے آپ کی طرف مفصل کتاب نازل کی ہے اور جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے.[۳]

مذکورہ آیات اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ قرآن کریم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا اور بتدریج ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا ہے۔

جبکہ سورہ اسراء کی آیت ۱۰۶ میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ قُرْءَانًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلىَ النَّاسِ عَلىَ مُکْثٍ وَ نَزَّلْنَاهُ تَنزِیلًا ؛ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا ہے تاکہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا ہے۔

ان جیسی آیات میں نزول قرآن کے لئے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا اصل مادہ تنزیل ہے، جس کے معنی بتدریج نازل کرنے کے ہیں۔[۴]

مذکورہ آیت اور ان جیسی دوسری آیات سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید رفتہ رفتہ اور تدریج کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو گیا ہے۔ تبھی تو کچھ لوگ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے کہ کیوں قرآن یک مشت اور ایک دفعہ آپ پر نازل نہیں ہوتا۔ قرآن نے اس گروہ کی اعتراض کو یوں بیان کیا ہے۔

وَ قالَ الَّذینَ کَفَرُوا لَوْ لا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً واحِدَةً

اور کفار کہتے ہیں: اس (شخص) پر قرآن یکبارگی نازل کیوں نہیں ہوا؟

اور اللہ تعالی نے بھی اس نوع نزول کی تائید ان کلمات کے ساتھ فرمایا:

کَذلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤادَكَ وَ رَتَّلْناهُ تَرْتیلاً

---

۱ . بقرہ، ۱۷٦.

۲ . فرقان، ۱

۳ . انعام، ۱۱۴

٤۔ مفردات راغب اصفہانی، مادہ نزل کے ذیل میں

(بات یہ ہے کہ) اس طرح (آہستہ اس لیے اتارا) تاکہ اس سے ہم آپ کے قلب کو تقویت دیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سنایا ہے۔

علاوہ ازیں مفسرین، محدثین اور مؤرخین سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید پیغمبر اکرم ﷺ کی ۲۳ سالہ تبلیغی زندگی میں نازل ہوتا رہا ہے۔ بنابرایں قرآن مجید کی پہلی گروہ والی آیات اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ پورا قرآن یکبارگی ماہ مبارک رمضان کی قدر والی رات میں نازل ہوا ہے جبکہ دوسری گروہ آیات بتاتی ہیں کہ قرآن کریم ۲۳ سال کے عرصہ میں بتدریج نازل ہوا ہے۔ تاریخ قطعی اسلام بھی اسی کی تائید کر رہی ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ دو گروہ آیات میں بظاہر تضاد نظر آرہا ہے اور یہ تضاد دو کلمہ (انزال) اور (تنزیل) کی معنی کے بناء پر ہے۔ دوسری جانب یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح کا تضاد پایا نہیں جاتا، جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

لَوْ كانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فيهِ اخْتِلافاً كَثيراً

اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے۔[۱]

اسی بناپر مفسرین نے اس ظاہری تضاد کے حل میں کئی ایک جوابات بیان کئے ہیں ان میں سے اہم چند ایک راہ حل کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جارہا ہے۔

۱۔ ماہ رمضان میں نزول قرآن کا مطلب ہے کہ قرآن کی ابتدائی آیتیں اسی ماہ میں نازل ہونا شروع ہوئی ہیں۔[۲] جس کے بعد بطور متفرق ایک عرصہ دراز تک قرآن مجید آہستہ آہستہ پیغمبر ﷺ پر نازل ہوتا رہا ہے۔

۲۔ قرآن کا ایک مخصوص حصہ جو اس سال سے متعلق ہوتا تھا ہر سال ماہ رمضان میں دنیاوی آسمان پر نازل کر دیا جاتا تھا اور تدریجا سال بھر تک پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل ہوتا رہتا تھا۔[۳]

۳۔ ماہ رمضان میں پورا قرآن ام الکتاب سے منتقل کر کے حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کر دیا گیا اور پھر حالات و واقعات کے مطابق حسب ضرورت اسے نبی پر ۲۳ سال تک نازل کیا جاتا رہا۔[۴]

۱۔ نساء/۸۲

۲۔ تفسیر منار، رشید رضا، ج ۲، ص ۱۶۱

۳۔ الاتقان، جلال الدین سیوطی، ج ۱، ص ۴۰

۴۔ تفہیم القرآن، سید ابوالاعلی مودودی، ج ۴، ص ۵۵۹

۴۔ماہ رمضان میں نزول کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی آیات کا ایک بڑا اور اہم حصہ ماہ رمضان میں ہی نازل ہوا ہے۔[1]

۵۔ محدثین کی ایک جماعت (جن میں شیخ صدوق اور علامہ مجلسی شیعہ علماء میں سے اور طبری اور سیوطی علماء اہل سنت میں سے)ان روایات کو بنیاد بنا کر اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ قرآن مجید شب قدر میں لوح محفوظ سے بیت المعمور یا بیت العزت یا دنیاوی آسمان (روایات کے اختلاف کی بنا پر) پر نازل کیا گیا اور اس کے بعد ۲۳ سال تک پیغمبر اکرم ﷺ پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا۔[2]

اس سلسلے میں متعدد احادیث پائی جاتی ہیں جو نزول دفعی قرآن کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ جو فرق اس باب میں وارد روایات میں یہ ہے کہ اہل سنت کی روایات میں زیادہ تر (بیت العزۃ) کا تذکرہ آیا ہے اور شیعہ احادیث میں زیادہ تر (بیت الماموراور چوتھی آسمان) کا ذکر آیا ہے۔

۶۔ مذکورہ ظاہری تضاد کے لئے جو جوابات دئے گئے ہیں ان میں سے بہترین جواب یہ ہے کہ قرآن کی نورانی حقیقت، قلب رسول مکرم اسلام ﷺ پر شب قدر میں ایک ساتھ یکجا اور مکمل طور پر نازل ہو گئی تھی (البتہ اس کا ادراک ہماری عقل و فہم سے بالاتر ہے)اور بعد میں حالات اور واقعات کے مطابق ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کی تفصیلی آیات بتدریج نازل ہوتی رہیں۔اس جواب کی بنا پر پہلے نزول کو اجمالی نزول کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ معارف الٰہی اور اسرار ور موز پیغمبر اکرم ﷺ کے دل پر نازل ہوئے تاکہ روح پیغمبر ﷺ معرفت قرآن سے منور ہو سکے اور دوسرے نزول کو تفصیلی نزول نام دیا گیا ہے جس کا مطلب مخصوص اور محدود الفاظ کی صورت میں آیات کا یکے بعد دیگرے بتدریج نازل ہونا ہے۔[3]

اس راہ حل کی درستگی کے لئے مفسر شہیر علامہ طباطبائی بطور دلیل بیان کرتے ہیں:

جب پیغمبر اکرم ﷺ پر وحی ہوتی تو آپ ﷺ تکمیل وحی سے پہلے ہی قرآنی کلمات کو زبان پر لاتے تھے اسی لئے رسول اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ وحی مکمل ہونے سے پہلے قرآن کی تلاوت نہ کریں:

وَ لا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضى إِلَيْكَ وَحْيُهُ

اور آپ پر ہونے والی اس وحی کی تکمیل سے پہلے قرآن پڑھنے کی عجلت نہ کریں۔[4]

لَا تحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْءَانَهُ

۱۔ فی ظلال القرآن، سید قطب، ج ۲، ص ۷۹

۲۔ اعتقادات شیخ صدوق، ص ۱۰۱؛ بحار، ج ۱۸، ص ۲۵۳؛ تفسیر طبری، ج ۲، ص ۸۵؛ اتقان سیوطی، ج ۱، ص ۳۹

۳۔ تفسیر المیزان، علامہ طباطبائی، ج ۲، ص ۱۶۔۱۷؛ تفسیر نمونہ، مکارم شیرازی، ج ۲۱، ص ۱۴۹

۴۔ طہ/ ۱۱۴

دیکھئے آپ قرآن کی تلاوت میں عجلت کے ساتھ زبان کو حرکت نہ دیں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے جمع کریں اور پڑھوائیں[1]

علامہ طباطبائی فرماتے ہیں: ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلى الله عليه وآله وسلم کو بیان احکام کے لئے وحی کا انتظار فرمانے کا حکم دیا جا رہا ہے، ورنہ قرآن میں سے جو کچھ آپ صلى الله عليه وآله وسلم پر نازل ہوتا تھا اس کی نسبت پہلے سے آپ صلى الله عليه وآله وسلم کو ایک طرح کی علم و آگاہی حاصل تھی۔[2]

نزول دفعی و تدریجی قرآن

مندرجہ بالا مطالب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن مجید دو مرتبہ نازل ہوا ہے۔ قرآن کا دفعی اور مکمل نزول ماہ مبارک رمضان میں شب قدر کی رات قلب مبارک رسول مکرم اسلام صلى الله عليه وآله وسلم پر ہوا اور اس کے تدریجی نزول کا آغاز ۲۷ رجب المرجب (روز بعثت) کو ہوا، جو کہ ۲۳ سال پر محیط رہا۔[3]

یہاں پر اس نکتہ کی وضاحت کہ نزول تدریجی کی خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے بطور حتمی یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کے اس طرح کا نزول دفعی طور پر ممکن نہیں ہے، چونکہ قرآن کا ایک بڑا حصہ ایک خاص موقع، محل اور حالات و واقعات کے اعتبار سے نازل ہوا ہے۔ بنابریں ان مواقع، محل اور واقعات و حالات کے بنا ان آیات کا نزول ممکن نہیں ہے لیکن حقیقت قرآن کے نزول میں ان امور کا کوئی دخل نہیں ہے لہذا ان امور کے رونما ہونے سے پہلے حضرت پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم کے قلب مقدس میں حقیقت قرآن کا نزول ایک ممکن امر ہے۔

اقوال پنجگانہ فوق پر ایک تنقیدی جائزہ

جو پانچ اقوال، مذکورہ ظاہری تناقض کے حل کے لئے بیان ہوئے ہیں وہ قابل نقد ہیں، کیونکہ قرآن مجید سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۵ میں فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضانَ الَّذي أُنْزِلَ فيهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِلنَّاسِ وَ بَيِّناتٍ مِنَ الْهُدى وَ الْفُرْقانِ

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ایسے دلائل پر مشتمل ہے جو ہدایت اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والے ہیں۔

۱۔ قیامت، ۱۷۔۱۶

۲۔ تفسیر المیزان، علامہ طباطبائی، ج ۲، ص ۱۸

۳۔ درسنامہ علوم قرآنی، جوان آراستہ، ص ۷۹

اسی طرح سورہ قدر کی پہلی آیت میں ارشاد ہو رہا ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

بے شک ہم نے اسے (قرآن) شب قدر میں نازل کیا ہے

ان جیسی آیات کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے، اگر جس کتاب کو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کے درمیان میں موجود ہو۔ لہذا یہ صحیح نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ یہ کتاب بیت المعمور یا بیت العزت یا آسمان دنیوی پر آئی ہے اور وہیں پر رہی ہے اور ایک طرف سے کہیں کہ یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے۔

دوسری طرف سے آیت أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ[1] کی ظاہر بتلا رہی ہے کہ «پورا قرآن» ایک ساتھ لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہو گیا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے کہ قرآن مجید عالم طبیعت میں پیامبر اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہو۔ پس اسی بنا پر قرآن «دفعتاً واحدة» اور «جملةً واحدة» شب قدر میں قلب مطہر پیامبر اکرم ﷺ پر نازل ہو گیا ہے، تا اینکہ پیغمبر ﷺ با نورانیت جامع، لوگوں کے لئے باعث هدایت بنے، اور یوں آخری راہ حل دقیق اور زیادہ مناسب نظر آتی ہے۔ اس بات کی تائید سورہ دخان کی تیسری آیت میں بطور واضح نظر آتی ہے۔

حم وَ الْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا أَنزَلْنَهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَرَكَةٍ

حم روشن کتاب کی قسم ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے[2]

کیونکہ (أَنزَلْنَهُ) میں ضمیر۔ ہ۔ کا مرجع الکتاب ہے کہ جس کی قرآن نے قسم کھائی ہے اور اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں نزول سے مراد ساری آیتوں اور پورے قرآن کا نزول ہے جب کہ آغاز بعثت میں سورہ علق کی صرف پانچ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آیتیں آغاز بعثت کی نشاندہی کر رہی ہیں۔[3]

اہل سنت کے بعض علماء نے اس اشکال کے جواب میں کہا ہے کہ ماہ رمضان میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر میں نزول قرآن کا آغاز ہوا ہے۔[4] لیکن اس طرح کا نتیجہ نکالنا قرآنی آیات کے ظاہر کے سراسر مخالف ہے۔

---

۱ . بقرہ، ۱۸۵

۲ . دخان، ۱تا۳

۳ . ملاحظہ ہو، درسنامہ علوم قرآنی، جوان آراستہ، مترجم، سید ھادی حسن، ص ۳۸

۴ . تفسیر المنار، ج ۲، ۱۳۱-۱۳۰

نزول قرآن کے مختلف مراتب

قرآن مجید ایک حقیقت واحدہ ہے، اس کی حقیقت ایک ہونا ہرگز اس معنی میں نہیں کہ اس کے لئے مختلف مراتب متصور نہ ہوں۔ قرآن مجید کی مختلف آیتوں سے اس کے مختلف مراتب کی نشاندہی ہوتی ہے۔

نزول قرآن کا بلند ترین مرتبہ

آیات کی رو سے قرآن مجید کے لئے سب سے بلند مرتبہ کو ام الکتاب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَ إِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ

اور یہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں نہایت درجہ بلند اور پُر از حکمت کتاب ہے۔[1]

نزول قرآن کا یہ مرحلہ سب سے اہم اور اصلی مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ اس قدر بلند ہے کہ اس کی حقیقت کا ادراک سوائے اللہ کے کسی کے لیے ممکن نہیں۔

نزول قرآن کا آسان ترین مرتبہ

قرآن کے نزول کا سب سے آسان مرحلہ یہی فصیح عربی زبان میں نازل ہونے والا قرآن جو ہمارے سامنے موجود ہے۔ جسے لوگ صبح و شام تلاوت کرتے ہیں اور اس کا ظاہر عام لوگوں کے لئے قابل فہم ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

بیشک ہم نے اسے عربی قرآن قرار دیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو[2]

مراتب نزول قرآن اور امام خمینیؒ کا نظریہ

امام خمینی(رح) ایک جامع صفات کے مالک شخصیت تھے۔ علمی حوالے سے آپ مختلف علوم و فنون مانند علوم فقہ، اصول، فلسفہ، عرفان، کلام و تفسیر میں صاحب نظر تھے۔ اور ان میں سے ہر علم میں آثار چھوڑے ہیں ۔ مراتب نزول قرآن کے متعلق امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

«قرآن سرّ است، سرّ سرّ است، سرّ مستتر به سرّ است، سرّ مقنع به سرّ است، و باید تنزل کند، بیاید پایین، تا اینکه برسد به این مراتب نازله. حتی به قلب خود رسول الله که وارد

---

۱ ۔ زخرف، ۴

۲ ۔ زخرف، ۳

می‌شد، باز تنزل بود، یک تنزلی کرده بود تا به قلب وارد می‌شد. بعد هم از آن‌جا باید نازل بشود تا برسد به آن جایی که دیگران هم بفهمند»

«ہمارے ہاتھوں میں موجود قرآن، قرآن مجید کے نزول کا ساتواں مرحلہ ہے۔ قرآن درحقیقت نہ سنی اور دیکھی جانے والی چیز ہے اور نہ ہی الفاظ و اعراض کے قالب میں آنے والی شیئ۔ لیکن اللہ نے اسے اس قدر تنزل بخشا کہ عام لوگوں کے لئے بھی قابل فہم بن گیا۔۔۔ قرآن راز خدا ہے، راز خدا کا راز ہے، وہ راز خدا ہے جس پر راز خدا کا پردہ ہے، وہ راز ہے جو راز سے پوشیدہ ہے، ضروری تھا کہ قرآن تنزل کرے، اپنی بلندی سے اس قدر نیچے آئے کہ اپنے نچلے مراتب تک پہنچ جائے اور حضور کے قلب مبارک پر نازل ہو دوبارہ پھر تنزل کرے اور اس مرحلے پر پہنچے کہ عام لوگ بھی اسے سمجھ سکیں»[1]

قرآن کریم خود اس راز کے وجود کو اس طرح سے بیان کرتا ہے:

هُوَ الَّذِی أَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتابَ مِنْهُ آیاتٌ مُحْکَماتٌ هُنَّ أُمُّ الْکِتابِ وَ أُخَرُ مُتَشابِهاتٌ فَأَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُونَ ما تَشابَهَ مِنْهُ ابْتِغاءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغاءَ تَأْوِیلِهِ وَ ما یَعْلَمُ تَأْوِیلَهُ إِلاَّ اللَّهُ وَ الرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ یَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ کُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنا وَ ما یَذَّکَّرُ إِلاَّ أُولُوا الْأَلْبابِ.[2]

اس نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جس میں سے کچھ آیتیں محکم اور واضح ہیں جو اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہ ہیں - اب جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان ہی متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور من مانی تاویلیں کریں حالانکہ اس کی تاویل کا حکم صرف خدا کو ہے اور انہیں جو علم میں رسوخ رکھنے والے ہیں۔ جن کا کہنا یہ ہے کہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب کی سب محکم و متشابہ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے اور یہ بات سوائے صاحبانِ عقل کے کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔[3]

آپؒ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

یہ غیبی حقیقت اور قدسی راز علم الٰہی اور عالم لوح و قلم میں ظاہر ہو کر حقیقت روح اور نفس سے گذر کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے مختلف مراحل میں نازل ہوا، یہاں تک کہ جبرئیلؑ

۱۔ تفسیر سورۂ حمد، روح اللہ خمینی، ص،۱۶۵؛ تبیان، دفتر سیزدہم، ص۹۸

۲۔ آل عمران: ۷

۳۔ آل عمران، ۷

مجسم ہو کر عالم غیب سے عالم شہود تک آئے اور اس راز الٰہی کو اس حد تک تنزل بخشا کہ عام لوگوں کے لئے بھی قابل فہم ہوگیا۔ ہر مرحلہ میں قرآن کو الگ الگ طریقہ سے سمجھا گیا عالم علم الٰہی میں الگ، عالم اعیان، عالم اقلام اور عالم الواح میں الگ، عالم مثال، عالم حس مشترک اور عالم شہود مطلق (دنیا) میں الگ الگ انداز سے اس کا ادراک ہوا۔[1]

امام خمینیؒ کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید نے غیب مطلق سے شہود مطلق کے مرحلہ تک پہنچنے میں خاصا سفر طے کیا ہے۔ عوالم ہستی چونکہ متعدد ہیں لہذا نزول قرآن کے مراحل کا متعدد ہونا بھی ناگزیر ہے ان تمام مرحلوں میں وحی اخذ کرنے والے اس کا ادراک کرتے رہے اگرچہ ہر عالم میں اس کے ادراک کی کیفیت دوسرے عوالم سے الگ تھی چونکہ ہر عالم میں وحی اخذ کرنے والی ذوات مقدسہ کا مرتبہ الگ الگ تھا۔ قرآن مجید اسی طرح مختلف مرحلوں سے گذرتا رہا یہاں تک کہ اپنے آخری مرحلے یعنی عالم شہود مطلق (دنیا) میں نازل ہوا۔[2]

ہر سال شب قدر کا تکرار ہونا

آخر میں اس سوال کے جواب کی جستجو کی جائے گی کہ کیا ہر سال شب قدر تکرار ہوتی ہے؟ دوسرے الفاظ میں کیا ہر سال میں شب قدر پائی جاتی ہے؟

بعض اہل سنت علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ شب قدر منتفی ہے اور اس کے تکرار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جناب قرطبی نے اپنی تفسیر «الجامع لأحکام القرآن» میں اس قول کو نقل کیا ہے۔

[(قيل عنه(ابو حنيفه): إنها رفعت- يعني ليلة القدر- و- أنها إنما كانت مرة واحدة، و- الصحيح أنها باقية)[3]]

مختلف قرائن کی چھان بین سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے جیسا کہ خود قرطبیؒ نے بھی اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ہر سال میں شب قدر تکرار ہوا کرتی ہے۔ سورہ قدر کی اس آیت میں پڑھتے ہیں:

تَنَزَّلُ الْمَلَئكَةُ وَ الرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كلِ أَمْرٍ

فرشتے اور روح اس شب میں اپنے رب کے اذن سے تمام (تعیین شدہ) حکم لے کر نازل ہوتے ہیں

۱۔ تبیان، دفتر سیزدہم، ص۷۹۔۸۰

۲۔ درسنامہ علوم قرآن، جوان آراستہ، حسین، ترجمہ: سید ھادی حسن، ص، ۴۶۔

۳۔ الجامع لاحکام القرآن، محمد بن احمد قرطبیؒ، ج۲۱، ص۱۳۵

اس آیت میں (تَنَزَّلُ) فعل مضارع کا صیغہ ہے، از نظر ادبیات عرب فعل مضارع استمرار اور جاری رہنے پر دلالت کرتا ہے۔[1]

جناب مرحوم کلینی (رضوان اللہ علیہ) نے اصول کافی میں ائمہ (علیہم السلام) سے نقل کیا ہے کہ تم (شیعہ) سورہ قدر کے ساتھ احتجاج کرو اور اس سے استدلال کرو۔[2] کیونکہ سورہ قدر میں وضاحت کے ساتھ یہ بات آئی ہے کہ ہر سال میں شب قدر ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ہر سال فرشتے، فرشتہ روح کی ہمراہی میں تمام لوگوں کے مقدرات اور دوسرے امور لیکر زمین پر اترتے۔

باتوجہ بہ مطالب مذکور یہ کہا جاسکتا ہے کہ شب قدر کا قرآن مجید کے ساتھ ایک گہرا رابطہ موجود ہے اور یوں ہر سال میں شب قدر موجود ہے اور ہر سال تکرار شب قدر، تکرار وعدو وعید اور تحقق اخبار الٰہی کے ہمراہ ہے۔

علامہ طباطبائی اپنی شہرہ آفاق تفسیر المیزان میں بیان کرتے ہیں کہ احادیث اہل بیت علیہم السلام بطور اتفاق اس نقطہ پر دلالت کرتی ہیں کہ شب قدر روز قیامت تک باقی ہے، اور ہر سال تکرار ہوتی ہے اور یہ رمضان کی انیسویں، اکیسویں اور تیسویں راتوں میں سے ایک ہے۔ اہل سنت کی روایات اس بارے میں اختلاف ہے ان کا کسی ایک نکتے پر جمع کرنا کسی صورت ممکن نہیں، اگرچہ ان کے ہاں مشہور و معروف یہ ہے کہ شب قدر ماہ مبارک رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔[3]

فہرست منابع

۱. قرآن مجید
۲. ابن ابی حاتم عبدالرحمٰن بن محمد، تفسیر القرآن العظیم، عربستان سعودی، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۹
۳. ابو نصر، محمد بن مسعود، تفسیر عیاشی، تہران، مکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ، بی تا۔
۴. اصفہانی، راغب، حسین بن محمد، بیروت، الفردات فی غریب القرآن، دار المعرفہ، بی تا۔
۵. آراستہ، جوان، درسنامہ علوم قرآنی، بی جا، جامعۃ المصطفیٰ ص العالمیہ، بی تا۔

۱۔ المیزان فی تفسیر القرآن، علامہ طباطبائی، ج ۲۰، ص ۳۳۱

۲۔ الکافی، یعقوب کلینی، ج ۱، ص ۲۴۵

۳۔ المیزان فی تفسیر القرآن، سید محمد حسین طباطبایی، ج ۲۰، ص ۳۳۴

۶. آلوسی، سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵۔
۷. بحرانی سید ہاشم، البرہان فی تفسیر القرآن، تہران، بنیاد بعثت، ۱۴۱۶
۸. حقی بروسوی اسماعیل، تفسیر روح البیان، بیروت، دار الفکر، بی تا۔
۹. خمینی، روح اللہ ، تفسیر سورۃ حمد، تہران: مؤسسۃ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، چاپ ششم ۱۳۸۱
۱۰. دمشقی، اسماعیل بن کثیر، تفسیر قرآن العظیم، بیروت، دار الاندلس، بی تا۔
۱۱. رضا، رشید، تفسیر منار، قاھرہ، دار المنار، ۱۳۶۶۔
۱۲. سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی تفسیر المأثور، قم، کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، ۱۴۰۴
۱۳. سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، لاہور، مکتبۃ العلم، ۲۰۱۵۔
۱۴. شاذلی، سید بن قطب بن ابراہیم، فی ظلال القرآن، بیروت، دار الشروق، ۱۴۱۲
۱۵. صدوق، شیخ، ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ، اعتقادات، اسلام آباد، ناشر البلاغ المبین، ۲۰۰۴۔
۱۶. طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ ی مدرسین حوزہ علمیہ، ۱۴۱۷
۱۷. طبرسی فضل بن حسن، تفسیر جوامع الجامع، تہران، انتشارات دانشگاہ تہران و مدیریت حوزہ علمیہ قم، ۱۳۷۷
۱۸. طبرسی فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، تہران، ناصر خسرو، ۱۳۷۲
۱۹. طبری ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، بیروت، دار المعرفہ، ۱۴۱۲
۲۰. عاملی، حر، وسائل الشیعہ، قم، منشورات ذوی القربی، بی تا۔
۲۱. فخر الدین رازی، ابو عبداللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰
۲۲. قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، ۱۳۸۷ھ۔ق۔
۲۳. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، تہران، المکتبۃ الاسلامیہ للنشر والتوضیع، ۱۳۴۲
۲۴. مجلسی، علامہ محمد باقر، بحار الانوار، بیروت، دار الوفاء، بی تا
۲۵. معرفت، محمد ھادی، علوم قرآنی، قم، مؤسسہ فرہنگی تمہید، ۱۳۸۷
۲۶. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۷۴
۲۷. مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن،۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۴۹